سلسلۂ مطبوعات مجلس
۱۴۹

علم کا مقام
اور
اہلِ علم کی ذمّہ داریاں

وہ خطبہ جو کشمیر یونیورسٹی کے ساتویں کانوکیشن منعقدہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۱ء
میں ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگری پیش کیے جانے کے موقعہ پر پڑھا گیا

از

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی

مجلسِ تحقیقات ونشریاتِ اسلام لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

(جملہ حقوق محفوظ)

بارِ دوم

شعبان ۱۴۱۸ھ ــــ دسمبر ۱۹۹۷ء

کتابت ــــــــــــــ خلیل احمد لکھنؤ

طباعت کاکوری آفسیٹ پریس لکھنؤ

صفحات ــــــــــــــ ۱۶

قیمت ــــــــــــــ ۳/ روپیے

باھتمام

محمد غفران ندوی

طابع وناشر

مجلسِ تحقیقات ونشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

از۔ پروفیسر آل احمد سرور ـــــ ڈائرکٹر اقبال انسٹی ٹیوٹ۔ کشمیر یونیورسٹی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کا نام آتا ہے تو احترام و عقیدت اور خلوص و محبت کا ایک سمندر موجیں مارنے لگتا ہے، مولانا نہ صرف برصغیر بلکہ عالم اسلام کی ایک ایسی بلند و بالا شخصیت ہیں، جو اپنے علم و فضل، فکر روشن اور گداز قلب، پاکیزہ سیرت اور دلنوازی کی وجہ سے محبوب خاص و عام ہیں، مولانا مفکر بھی ہیں مصنف بھی مؤرخ بھی اور معلّم بھی اور ادب کا ایسا رچا ہوا ذوق رکھتے ہیں کہ ان کی تحریر و تقریر میں حکمت کے ساتھ شعریت کی آب و تاب بھی جلوہ گر رہتی ہے۔

کشمیر یونیورسٹی کے حالیہ کانوکیشن میں مولانا نے جو مختصر خطبہ پڑھا، اس سے یہاں کے اربابِ نظر، اساتذہ اور طلباء قدیم علوم کے نباض اور جدید علوم کے ماہرین سبھی متاثر ہوئے، مولانا نے شروع ہی میں یہ واضح کر کے کہ علم ایک اکائی ہے، قدیم علوم کے حصار اور جدید علوم کی فصیلوں سے بلند ہو کر انسانیت کے سارے علمی سرمائے کو ذہن میں رکھنے پر زور دیا، انھوں نے سورۂ اقراء کی مثال دے کر، اسلام کی نظر میں علم کی فضیلت اور اہمیت واضح کی اور پھر اس علم کے ساتھ ایسے عمل کی طرف توجہ دلائی جو انسانیت کیلئے فلاح کا باعث ہو۔

موجودہ دور کا سب سے زیادہ پیچیدہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک طرف علم میں بڑی ترقی ہوئی ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

اور اس کے ذریعہ سے انسان کے اقتدار اور اسکے وسائل میں بے انتہا اضافہ ہوا ہے ، سائنس اور ٹکنالوجی کے فروغ نے انسان کو اتنی طاقت عطا کی ہے کہ وہ نہ صرف چاند پر قدم رکھ سکا بلکہ خلا کے دھندلکوں میں اپنے آلات کے ذریعہ سے جھانک رہا ہے، مگر جیسا کہ اقبال نے کہا ہے "سورج کی شعاعوں کو گرفتار کرنیوالا انسان زندگی کی شبِ تاریک کو سحر میں تبدیل نہیں کر سکا" اور سچ تو یہ ہے کہ اتنی نمایاں ترقی اور ایسے اکتسابات علم و ہنر کے باوجود موجودہ دور ایک روحانی اور اخلاقی بحران سے دوچار ہے مولانا اس ترقی کے خلاف نہیں ہیں، وہ اس ترقی کے ساتھ زندگی کے مقصد اور انسانیت کے نصب العین کو سب کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں، مادیت کے فروغ اور ہوس زر نے انسان سے اسکی انسانیت چھین لی ہے، وہ ذاتی منفعت، تن آسانی اور حصول اقتدار کے چکر میں پھنس گیا ہے، تعلیم گاہوں کا مقصد، علم کے ذریعہ سے سیرت سازی اور اخلاقی شعور اور سماجی خیر کا احساس عام کرنا تھا، مگر یہ واقعہ ہے کہ ہمارے تعلیمی ادارے اب کتاب خواں تیار کرتے ہیں، صاحب کتاب نہیں، طلبا اور اساتذہ میں علم کی پیاس نہیں، وہ صرف علم کے ذریعہ سے دولت اور اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں، ہر شخص اپنے حقوق پر اصرار کرتا ہے، فرائض کو بھول گیا ہے، علم اب صرف روزی کمانے کا ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے، اور اس مقصد میں بھی ناکام ہوتا جا رہا ہے، مولانا نے ایک پرانے قصہ کے ذریعہ سے واضح کیا کہ کس طرح آجکل کے طلبا زندگی کے طوفان میں ساحلِ مراد تک نہیں پہونچ پاتے، ان میں نہ جینے کا سلیقہ ہے، نہ وہ موت کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کر سکتے ہیں، مولانا کے یہ الفاظ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

"شریفانہ انسانی زندگی گذارنے کا بنیادی حق، خدا ترسی، انسان دوستی ضبط

www.abulhasanalinadwi.org

نفس کی ہمت وصلاحیت، ذاتی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دینے کی عادت انسانیت کا احترام، انسانی جان ومال، عزت وآبرو کے تحفظ کا جذبہ حقوق کے مطالبہ پر ادائے فرض کو ترجیح، مظلوموں اور کمزوروں کی حمایت وحفاظت اور ظالموں اور طاقتوروں سے پنجہ آزمائی کا حوصلہ ان انسانوں سے جو دولت و وجاہت کے سوا کوئی جوہر نہیں رکھتے، عدم مرعوبیت و بے خوفی ہر موقع پر اور خود اپنی قوم اور جماعت کے مقابلے میں کلمۂ حق کہنے کی جرأت اپنے اور پرائے کے معاملے میں انصاف اور ترازو کی تول کسی دانا و بینا طاقت کی نگرانی کا یقین اور اس کے سامنے جواب دہی اور حساب کا کھٹکا، یہی صحیح خوش گوار و بے خطر اور کامیاب زندگی گذارنے کی بنیادی شرطیں اور ایک اچھے اور خوش اسلوب معاشرے اور ایک طاقت ور و محفوظ و باعزت ملک کی حقیقی ضرورتیں اور اسکے تحفظ کی ضمانتیں ہیں، اسکی تعلیم اور اسکے لئے مناسب ماحول مہیا کرنا دانش گاہوں کی پہلی ذمہ داری ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ ہم سب وقتی سیاست کے فریب میں گرفتار ہیں، حقیقی سیاست کا کوئی شعور نہیں رکھتے، ہم لمحے کی مسرت کیلئے جیتے ہیں، وقت کا عرفان ہمارے بس کا نہیں، سستی سیاست اور اقتدار کی ہوس، خواہش زر اور ذاتی مفاد کی فکر نے ہمیں گمراہ کر دیا ہے، ہم میں سوچنے اور غور و فکر کرنے کی صلاحیت کم ہو گئی ہے، ہم آنکھ بند کر کے ہر تیز رو کے ساتھ ہو لیتے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قانون قدرت کو سمجھیں، تسلسل اور تغیر دونوں کے رمز آشنا ہوں، اپنی بنیادوں کا احساس رکھیں اپنے تشخص پر اصرار کریں، مگر اس تشخص کو اپنا حصار نہ بنائیں، بلکہ اسکے ذریعہ سے

www.abulhasanalinadwi.org

انسانیت کے کارواں میں اپنا رول ادا کریں، اپنی جنت پکی کرنا کافی نہیں ہے، اس خطۂ ارض کو جنت بنانے کا سوال ہے، یہ کام آسان نہیں، مگر کرنے کا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کے یہ ارشادات پڑھنے والوں کے ذہن میں روشنی اور قلب میں حرارت پیدا کریں گے، مولانا وہی چاہتے ہیں جو اقبال نے اس شعر میں چاہا تھا ؎

تری دعا ہے کہ ہو میری آرزو پوری
مری دعا ہے تری آرزو بدل جائے

آل احمد سرور
سری نگر کشمیر

۴ نومبر ۱۹۸۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

علم کا مقام اور اہلِ علم کی ذمہ داریاں

جناب چانسلر صاحب (بی۔ کے نہرو۔ گورنر کشمیر) پروچانسلر صاحب (شیخ محمد عبداللہ چیف منسٹر کشمیر) وائس چانسلر صاحب (ڈاکٹر وحید الدین ملک) اساتذۂ جامعہ فضلائے کرام اور معزز حاضرین!

میرا عقیدہ ہے کہ علم ایک اکائی ہے، جو بٹ نہیں سکتی، اسکو قدیم و جدید مشرقی و مغربی، نظری و عملی میں تقسیم کرنا صحیح نہیں، اور جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

دلیل کم نظری قصۂ جدید و قدیم

میں علم کو ایک صداقت مانتا ہوں جو خدا کی وہ دین ہے، جو کسی ملک و قوم کی ملک نہیں اور نہ ہونی چاہئے، مجھے علم کی کثرت میں بھی وحدت نظر آتی ہے، وہ "وحدت" سچائی ہے سچ کی تلاش ہے، علمی ذوق ہے، اور اسکو پانے کی خوشی ہے، اسکے باوجود میں جناب چانسلر صاحب، وائس چانسلر صاحب، اور اس جامعہ کے ذمہ داروں کا شکر گذار ہوں کہ انھوں نے اپنے ایک علمی اعزاز کے لئے ایک شخص کا انتخاب کیا جسکا انتساب اور تعلق قدیم طرز تعلیم سے ہے۔

میں علم، ادب، شاعری، فلسفہ، حکمت کسی میں اس اصول کا قائل نہیں ہوں کہ جو اسکی "وردی" پہن کر آئے وہی "عالم" اور "دانشور" ہے، اور یہ مان لیا گیا ہے کہ جس کے جسم پر وردی نہ ہو وہ نہ مستحق خطاب ہے، نہ لائق سماعت، بدقسمتی سے ادب و شاعری میں بھی یہی حال ہے، جو ادب کی دکان نہ لگائے، اور اس پر ادب کا سائن بورڈ آویزاں نہ کرے، اور ادب کی وردی پہن کر ادبی محفل میں نہ آئے وہ "بے ادب" ہے، لوگوں نے ان پیدائشی ادیبوں اور شاعروں

www.abulhasanalinadwi.org

کا قصور کبھی معاف نہیں کیا، جنکے جسم پر وہ وردی دکھائی نہ دیتی ہو، یا جنکو بدقسمتی سے ان وردیوں میں سے کوئی وردی نہ مل سکی ہو، میں علم کی آفاقیت اور علم کی تازگی کا قائل ہوں جس میں خدا کی رہنمائی ہر دور میں شامل رہی ہے، اگر خلوص ہے، اور سچی طلب ہے تو خدا کی طرف سے کسی وقت فیضان میں کمی نہیں۔

حضرات!

اس موقر دانش گاہ کے جلسۂ تقسیم اسناد میں جو فلک بوس ہمالیہ کی ایک سرسبز و حسین وادی میں منعقد ہو رہا ہے، مجھے بے اختیار وہ واقعہ یاد آتا ہے، جب عرب کے ایک خشک علاقہ میں ایک پہاڑ پر جو نہ بلند تھا اور نہ سرسبز[1]، تقریباً چودہ سو سال پہلے پیش آیا تھا، اور جس نے تاریخ انسانی ہی نہیں بلکہ تقدیر انسانی پر ایسا گہرا اور لازوال اثر ڈالا ہے، جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، اور جس کا اس "لوح و قلم" سے خاص تعلق ہے، جس پر علم و تہذیب اور تحقیق و تصنیف کی اساس ہے، اور جسکے بغیر نہ یہ عظیم دانش گاہیں وجود میں آتیں اور نہ یہ وسیع کتب خانے جس سے دنیا کی زینت اور زندگی کی قدر و قیمت ہے، میری مراد پہلی وحی کے واقعہ سے ہے جو ۱۲ فروری ۶۱۱ء کے لگ بھگ نبی عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ کے قریب غار حرا میں نازل ہوئی، اس کے الفاظ یہ تھے:۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ	(اے محمد) اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑھو
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَأْ	جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون

---

[1] اس موقع پر مقرر نے کہا کہ وہ سرزمین خشک اور وہ پہاڑ غیر سرسبز تھا، لیکن حفیظ جالندھری نے خوب کہا ہے ؎

نہ یاں پر گھاس اگتی ہے نہ یاں پر پھول کھلتے ہیں ۔۔ مگر اس سرزمیں سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ	کی پھٹکی سے بنایا پڑھو اور تمہارا
بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ	پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے
مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ	ذریعہ علم سکھایا، اور انسان کو وہ باتیں
(سورۂ علق آیات ۱ تا ۵)	سکھائیں جن کا اسکو علم نہ تھا۔

خالق کائنات نے اپنی وحی کی اس پہلی قسط اور باران رحمت کے اس پہلے چھینٹے میں بھی اس حقیقت کے اعلان کو مؤخر و ملتوی نہیں فرمایا کہ علم کی قسمت سے وابستہ ہے غارِ حرا کی اس تنہائی میں جہاں ایک نبی اُمی اللہ کی طرف سے دنیا کی ہدایت کیلئے پیغام لینے گیا تھا، اور جسکا یہ حال تھا کہ اس نے قلم کو حرکت دینا خود بھی نہیں سیکھا تھا جو قلم کے فن سے یکسر واقف نہ تھا، کیا دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر کہیں مل سکتی ہے؟ اور اس بلندی کا تصور بھی ہو سکتا ہے کہ اس نبی امی پر ایک امتِ امی اور ایک ناخواندہ ملک کے درمیان (جہاں جامعات اور دانش گاہیں تو بڑی چیز ہیں حرف شناسی بھی عام نہیں تھی) پہلی بار وحی نازل ہوتی ہے، اور آسمان و زمین کا رابطہ صدیوں کے بعد قائم ہوتا ہے تو اسکی ابتدا ہوتی ہے "اِقرأ" سے جو خود پڑھا ہوا نہیں تھا، اس پر جو وحی نازل ہوتی ہے اس میں اسکو خطاب کیا جاتا ہے کہ "پڑھو" یہ اشارہ تھا اس طرف کہ آپ کو جو امت دی جانے والی ہے، وہ امت صرف طالب علم ہی نہ ہوگی بلکہ معلم عالم اور علم آموز ہوگی، وہ علم کی اس دنیا میں اشاعت کرنیوالی ہوگی، جو دور آپکے حصہ میں آیا ہے، وہ دور "اُمّیت" کا دور نہیں ہوگا، وہ دور وحشت کا دور نہیں ہوگا، وہ دور جہالت کا دور نہیں ہوگا، وہ دور علم دشمنی کا دور نہیں ہوگا، وہ دور علم کا دور ہوگا، عقل کا دور ہوگا حکمت کا دور ہوگا، تعمیر کا دور ہوگا، انسان دوستی کا دور ہوگا، وہ دور ترقی کا دور ہوگا۔

"بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ" (اس پروردگار کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا) بڑی

www.abulhasanalinadwi.org

غلطی یہ تھی کہ علم کا رشتہ رب سے ٹوٹ گیا تھا، اسلئے علم سیدھے راستے سے ہٹ گیا تھا، اس ٹوٹے ہوئے رشتہ کو یہاں جوڑا گیا، جب علم کو یاد کیا گیا اسکو یہ عزت بخشی گئی تو اسکے ساتھ ساتھ اسکی بھی آگاہی دی گئی کہ اس علم کی ابتدا "اسم رب" سے ہونی چاہئے، اسلئے کہ علم اسی کا دیا ہوا ہے، اسی کا پیدا کیا ہوا ہے، اور اسی کی رہنمائی میں یہ متوازن ترقی کر سکتا ہے، یہ دنیا کی سب سے بڑی انقلاب آفریں، انقلاب انگیز اور صاعقہ آسا آواز تھی جو ہماری دنیا کے کانوں نے سنی تھی، جس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا، اگر دنیا کے ادیبوں اور دانشوروں کو دعوت دی جاتی کہ آپ لوگ قیاس کیجئے کہ جو وحی نازل ہونے والی ہے، اس کی ابتدا کس چیز سے ہوگی؟ اس میں کس چیز کو اوّلیت دیجائیگی؟ تو میں سمجھتا ہوں کہ ان میں سے ایک آدمی بھی جو اس امی قوم اور اسکے مزاج اور دماغ سے واقف تھا، یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ "اقرأ" کے لفظ سے شروع ہوگی۔

یہ ایک انقلاب انگیز دعوت تھی کہ علم کا سفر خدائے حکیم وعلیم کی رہنمائی میں شروع کیا جانا چاہئے اسلئے کہ یہ سفر بہت طویل پُرپیچ اور بہت پُرخطر ہے، یہاں دن دہاڑے قافلے لٹتے ہیں قدم قدم پر مہیب وعمیق گھاٹیاں ہیں، گہرے دریا ہیں، قدم قدم پر سانپ اور بچھو ہیں، اسلئے اس میں ایک رہبر کامل کی رفاقت ہونی چاہئے اور وہ رہبر کامل حقیقتاً خدا کی ذات ہے، مجرد علم و ادب نہیں، وہ علم مقصود نہیں جو بیل بوٹے بنانیکا نام ہے، جو محض کھلونوں سے کھیلنے کا نام ہے وہ علم نہیں جو محض دل بہلانے کا نام ہے، وہ علم نہیں جو ایک کو دوسرے سے لڑانے کا نام ہے وہ علم نہیں جو قوموں کو قوموں سے ٹکرانے کا نام ہے، وہ علم نہیں جو اپنے معدہ کی خندق کو بھرنے کا ذریعہ سکھانے کا نام ہے، وہ علم نہیں جو زبان کو صرف استعمال کرنا سکھاتا ہے، بلکہ "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ

www.abulhasanalinadwi.org

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۝" پڑھو تمہارا رب بڑا کریم ہے، وہ تمہاری ضرورتوں سے، تمہاری کمزوریوں سے، کیسے ناآشنا ہو سکتا ہے" اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ" آپ خیال کیجئے کہ قلم کا رتبہ اس سے زیادہ کس نے بڑھایا ہوگا کہ اِس غارِ حرا کی پہلی وحی نے بھی قلم کو فراموش نہیں کیا وہ قلم جو شاید ڈھونڈنے سے بھی مکہ میں کسی گھر میں نہ ملتا اگر آپ اسے تلاش کرنے کیلئے نکلتے تو شاید معلوم نہیں کسی ورقہ بن نوفل[1] کے یا کسی "کاتب"[2] کے جو دیارِ عجم سے کچھ لکھنا پڑھنا سیکھ کر آیا ہو گھر میں ملتا۔

اور پھر ایک بہت بڑی انقلاب انگیز اور لافانی حقیقت بیان کی کہ علم کی کوئی انتہا نہیں "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ" انسان کو سکھایا جس کا اسکو پہلے سے علم نہ تھا، سائنس کیا ہے؟ ٹکنالوجی کیا ہے؟ انسان چاند پر جا رہا ہے، خلا کو ہم نے طے کر لیا ہے، دنیا کی طنابیں کھینچ لی ہیں، یہ سب "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ" کا کرشمہ نہیں تو کیا ہے۔؟

حضرات!

اجازت دیجئے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر وادیٔ علم کے ایک مسافر کی حیثیت سے کچھ مشورے کچھ تجربے پیش کروں۔

جامعات کا پہلا کام سیرت سازی ہے، یونیورسٹی ایسا کیرکٹر بنائے جو اپنے ضمیر کو بقول اقبالؔ ایک کفِ جَو کے بدلے میں بیچنے کیلئے تیار نہ ہو، آجکل کے فلسفے اور نظام یہ سمجھتے ہیں کہ اس بازار میں سب کی قیمت مقرر ہے کوئی اگر کم قیمت پر نہیں خریدا جا سکتا تو زیادہ قیمت پر خرید لیا جائیگا؟ ایک جامعہ کی حقیقی کامیابی یہ ہے کہ وہ سیرت سازی کا کام

---

[1] عہدِ بعثت کے ایک عرب فاضل جو توراۃ و انجیل کے بڑے عالم تھے، اور عبرانی زبان سے خوب واقف تھے۔ [2] عرب میں پڑھے لکھے آدمی کو "کاتب" کہتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کرے، وہ ایسے صاحب علم افراد پیدا کرے جو اپنے ضمیر کا سودا نہ کر سکیں، جن کو دنیا کی کوئی طاقت، کوئی تخریبی فلسفہ، کوئی غلط دعوت و تحریک کسی دام خرید نہ سکے، جو اقبال کے الفاظ میں پورے اعتماد و افتخار کے ساتھ کہہ سکیں ؎

کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں　　غلام طغرل و سنجر نہیں میں
جہاں بینی مری فطرت ہے لیکن　　کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

دوسرا فرض یہ ہے کہ ہماری جامعات سے ایسے نوجوان نکلیں جو اپنی زندگیاں حق و صداقت اور علم و ہدایت کیلئے قربان کرنے کیلئے تیار ہوں جن کو کسی کے لئے بھوکا رہنے میں وہ لذت آئے جو کسی کو پیٹ بھر کر کھانے اور "نائے و نوش" میں آتی ہے، جنکو کھونے میں وہ مسرت حاصل ہو جو بعض اوقات کسی کو پانے میں نہیں ہوتی، جو اپنی جوانی کی بہترین توانائیاں، ذہن کی بہترین صلاحیتیں اور اپنے جامعہ کا بہترین عطیہ جس سے انکی جھولی بھر دی گئی ہے، انسانیت کو تباہی سے بچانے کیلئے صرف کریں۔

دانش گاہوں کو دیکھنا چاہئے کہ وہ اعلیٰ صلاحیت کے لوگ کتنی تعداد میں پیدا کر رہی ہیں؟ میں صفائی سے کہتا ہوں کہ اب کسی ملک کی یہ تعریف نہیں کہ وہاں بڑی تعداد میں یونیورسٹیاں ہیں، یہ کوتاہ نظری اب بہت پرانی ہو گئی ہے، سوال یہ ہے کہ علم کے شوق میں، جستجو کی راہ میں علم و اخلاق کے پھیلانے اور برائیوں، بداخلاقیوں، سفاکی و درندگی، دولت و قوت کی پرستش کو روکنے کے لئے کتنے آدمی اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں، اپنی قوم کو صاحب شعور، مہذب اور باضمیر قوم بنانے کیلئے کتنی تعداد میں نوجوان موجود ہیں، جو اپنی ذاتی سربلندی اور ترقی سے آنکھیں بند کر کے اس مقصد کیلئے اپنے کو وقف کرتے ہیں، اصل معیار یہ ہے کہ کتنے نوجوان ایسے ہیں جو دنیا کی تمام آسائشوں اور ترقیوں سے آنکھیں بند کر کے کسی گوشے میں ٹھوس علمی و تعمیری کام کر رہے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

حقیقت یہ ہے کہ ادب، شاعری، فنون لطیفہ، حکمت و فلسفہ، تصنیف و تالیف سب کا مقصد یہ ہے کہ ملک و ملت میں ایک نئی زندگی اور روح پیدا ہو اور وہ سراب کی نمود اور شعلہ کی بھڑک نہ ہو، میں اس وقت ترجمانِ حقیقت ڈاکٹر محمد اقبال کے یہ شعر پڑھوں گا، جو انھوں نے اگرچہ کسی ادیب یا شاعر سے مخاطب ہو کر کہے تھے لیکن یہ علم و ادب، فلسفہ و حکمت سب پر صادق آتے ہیں ؎

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن — جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
مقصودِ ہنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے — یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا
شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو — جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا

حضرات!

اب آخر میں مجھے اپنے ان قابل مبارکباد بھائیوں سے جو یہاں سے سندلے کے جا رہے ہیں، یا ان خوش نصیب عزیزوں سے جو ابھی اس چمن علم کی خوشہ چینی میں مصروف ہیں کچھ کہنے کی اجازت دیجئے میں اپنی بات کہنے میں (جو شاید کسی قدر خشک اور سنجیدہ ہو) ایک دلچسپ کہانی کا سہارا لوں گا، جو شاید آپکے کانوں کا ذائقہ تبدیل کرنے میں مدد کرے۔

"راوی صادق البیان کہتا ہے کہ ایک بار چند طلباء تفریح کیلئے ایک کشتی پر سوار ہوئے طبیعت موج پر تھی، وقت سہانا تھا، ہوا نشاط انگیز اور کیف آور تھی، اور کام کچھ نہ تھا، یہ نوعمر طلباء خاموش کیسے بیٹھ سکتے تھے، جاہل ملاح دلچسپی کا اچھا ذریعہ اور فقرہ بازی مذاق و تفریح طبع کیلئے بیحد موزوں تھا، چنانچہ ایک تیز و طرار صاحبزادے نے اس سے مخاطب ہو کر کہا" چچا میاں آپ نے کون سے علوم پڑھے ہیں؟"

ملاح نے جواب دیا" میاں میں نے کچھ پڑھا لکھا نہیں"

صاحبزادہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا" ارے آپنے سائنس نہیں پڑھی" ملاح نے کہا

www.abulhasanalinadwi.org

"میں نے تو اس کا نام بھی نہیں سنا"۔

دوسرے صاحبزادہ بولے "جامیٹری اور الجبرا تو آپ ضرور جانتے ہوں گے"؟

ملاح نے کہا "حضور یہ نام میرے لئے بالکل نئے ہیں"۔

اب تیسرے صاحبزادہ نے شوشہ چھوڑا "مگر آپ نے جو گرفی اور ہسٹری تو پڑھی ہی ہوگی"؟

ملاح نے جواب دیا "سرکار یہ شہر کے نام ہیں یا آدمی کے"؟ ملاح کے اس جواب پر لڑکے اپنی ہنسی نہ ضبط کر سکے اور انھوں نے قہقہہ لگایا، پھر انھوں نے پوچھا "چچا میاں تمھاری عمر کیا ہوگی"؟ ملاح نے بتایا "یہی کوئی چالیس سال" لڑکوں نے کہا "آپ نے اپنی آدھی عمر برباد کی اور کچھ پڑھا لکھا نہیں"۔

ملاح بیچارہ خفیف ہو کر رہ گیا، اور چپ سادھ لی، قدرت کا تماشہ دیکھئے کہ کشتی کچھ ہی دور گئی تھی کہ دریا میں طوفان آگیا، موجیں منھ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی تھیں اور کشتی ہچکولے لے رہی تھی، معلوم ہوتا تھا کہ اب ڈوبی تب ڈوبی دریا کے سفر کا لڑکوں کا پہلا تجربہ تھا، ان کے اوسان خطا ہو گئے، چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، اب جاہل ملاح کی باری آئی اس نے بڑی سنجیدگی سے منھ بنا کر پوچھا "بھیا تم نے کون کون سے علم پڑھے ہیں"؟

لڑکے اس بھولے بھالے جاہل ملاح کا مقصد نہیں سمجھ سکے اور کالج یا مدرسہ میں پڑھے ہوئے علوم کی لمبی فہرست گنانی شروع کر دی، اور جب وہ یہ بھاری بھرکم اور مرعوب کن نام گنا چکے تو اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا "ٹھیک ہے، یہ سب تو پڑھا لیکن کیا پیراکی بھی سیکھی ہے؟ اگر خدانخواستہ کشتی الٹ جائے تو کنارے کیسے پہنچ سکو گے

www.abulhasanalinadwi.org

لڑکوں میں کوئی بھی پیرنا نہیں جانتا تھا، انھوں نے بہت افسوس کے ساتھ جواب دیا" چچا جان! یہی ایک علم ہم سے رہ گیا ہے، ہم اسے نہیں سیکھ سکے"۔

لڑکوں کا جواب سن کر ملاح زور سے ہنسا اور کہا" میاں میں نے تو اپنی آدھی عمر کھوئی مگر تم نے تو پوری عمر ڈبوئی، اسلئے کہ اس طوفان میں تمھارا پڑھا لکھا کام نہ آئیگا آج پیراکی ہی تمھاری جان بچا سکتی ہے، اور وہ تم جانتے ہی نہیں"[1]

آج بھی دنیا کے بڑے بڑے ترقی یافتہ ملکوں میں جو بظاہر دنیا کی قسمت کے مالک بنے ہوئے ہیں، صورتِ حال یہی ہے کہ زندگی کا سفینہ گرداب میں ہے، دریا کی موجیں خونخوار نہنگوں کی طرح منھ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی ہیں، ساحل دور ہے اور خطرہ قریب، لیکن کشتی کے معزز و لائق سواریوں کو سب کچھ آتا ہے، مگر ملاحی کا فن اور پیراکی کا علم نہیں آتا، دوسرے الفاظ میں انھوں نے سب کچھ سیکھا ہے، لیکن بھلے مانسوں، شریف، خداشناس اور انسانیت دوست انسانوں کی طرح زندگی گذارنے کا فن نہیں سیکھا اقبال نے اپنے ان اشعار میں اسی نازک صورتِ حال اور اس عجیب و غریب "تضاد" کی تصویر کھینچی ہے، جس کا اس بیسویں صدی کا مہذب اور تعلیم یافتہ فرد بلکہ معاشرہ کا معاشرہ شکار ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا — آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا — زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

شریفانہ انسانی زندگی گذارنے کا بنیادی فن، خدا ترسی، انسان دوستی، ضبطِ نفس

---

[1] ماخوذ از" منصب نبوت اور اسکے عالی مقام حاملین" از مصنف

www.abulhasanalinadwi.org

کی ہمت وصلاحیت ذاتی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دینے کی عادت، انسانیت کا احترام انسانی جان ومال، عزت وآبرو کے تحفظ کا جذبہ، حقوق کے مطالبہ پر ادائے فرض کو ترجیح، مظلوموں اور کمزوروں کی حمایت وحفاظت اور ظالموں وطاقت وروں سے پنجہ آزمائی کا حوصلہ، ان انسانوں سے جو دولت وجاہت کے سوا کوئی جوہر نہیں رکھتے، عدم مرعوبیت و بے خوفی، ہر موقع پر اور خود اپنی قوم اپنی جماعت کے مقابلے میں کلمۂ حق کہنے کی جرأت، اپنے اور پرائے کے معاملہ میں انصاف اور ترازو کی تول، کسی داتا وبینا، طاقت کی نگرانی کا یقین اور اسکے سامنے جوابدہی اور حساب کا کھٹکا، یہی صحیح خوشگوار وبے خطر اور کامیاب زندگی گذارنے کی بنیادی شرطیں، اور ایک اچھے وخوش اسلوب معاشرہ، اور ایک طاقتور ومحفوظ وباعزت ملک کی حقیقی ضرورتیں اور اسکے تحفظ کی ضمانتیں ہیں، اسکی تعلیم اور اس کے لئے مناسب ماحول مہیا کرنا دانشگاہوں کا اولین فرض، اور اس کا حصول تعلیم یافتہ نسل اور ملک کے دانشوروں کی پہلی ذمہ داری ہے، اور ہم کو اس جیسے تمام مواقع پر دیکھنا چاہیئے کہ اس کام کی تکمیل میں ہماری دانش گاہیں کتنی کامیاب اور انکے سند یافتہ افراد وفضلاء کتنے قابلِ مبارکباد ہیں، اور آئندہ ان مقاصد کے حصول اور تکمیل کے لئے ہم کیا عزائم رکھتے ہیں، اور ہم نے کیا انتظامات سوچے ہیں۔

آخر میں میں پھر آپ کی عزت افزائی، اعتماد اور جذبۂ محبت واحترام کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جس کا آپ نے اپنے اس اقدام کی شکل میں اظہار فرمایا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org